بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

صدیقی ٹرسٹ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

۵۵۲
سلسلہ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں

از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی صاحب مدظلہ

مؤرخین اور مصنفین کو خدا معاف کرے، مقدس سے مقدس مقامات اور افضل سے افضل اوقات میں بھی یہ تاریخی ذوق اور طرزِ فکر ان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور وہ چند لمحات کے لیے بھی اس سے آزاد نہیں ہو پاتے، وہ جہاں بھی جاتے ہیں اپنے علم و مطالعہ کی فضا میں سانس لیتے ہیں اور حال کا رشتہ ہمیشہ ماضی سے جوڑنا چاہتے ہیں، مناظر کو دیکھ کر ان کا ذہن بہت جلد اس تاریخی منظر کی تلاش میں نکل جاتا ہے جن کے نتیجہ میں ان مناظر کا وجود اور نمود ہے۔

مجھے کل روضۂ نبوی ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ میرے چاروں طرف نمازیوں اور عبادت گزاروں کا زبردست مجمع تھا، ان میں کچھ لوگ سجدے میں تھے اور کچھ رکوع میں۔ تلاوتِ قرآن کی آوازیں فضا میں اس طرح گونج رہی تھیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں بھنبھنا رہی ہوں اس وقت کا سماں کچھ ایسا تھا کہ مجھے تاریخ اور تاریخی شخصیات کو تھوڑی

ہو نہ کے لیے فراموش کر دینا چاہیے تھا لیکن تاریخ کی قدیم یادیں بادلوں کی طرح میرے دل و دماغ پر چھا گئیں اور میرا ان پر کوئی زور نہ چل سکا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اس اُمت کی نامور شخصیتوں اور رہنماؤں کو ایک نئی زندگی عطا کی گئی ہے اور وہ وفود کی شکل میں یکے بعد دیگرے بارگاہ نبیؐ میں حاضر ہو رہے ہیں اور اسی عظیم مسجد میں فریضۂ نماز ادا کرنے کے بعد اسی عظیم نبیؐ کو ہدیۂ سلام اور خراجِ عقیدت و محبت پیش کر رہے ہیں اور اس کے احسان کا اعتراف کر رہے ہیں اور (طبقاتی اختلاف کے باوجود) اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ یہی وہ نبیؐ ہیں جنھوں نے اللہ کے حکم سے ان کو ظلمت سے روشنی کی طرف، تیرہ بختی سے خوش بختی کی طرف، مخلوق کی عبادت سے خدائے واحد کی عبادت کی طرف اور مذاہب کے ظلم و استبداد سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف اور دنیا کی تنگی سے اس کی کشادگی کی طرف نکالا، وہ اعتراف کر رہے ہیں کہ وہ اسلام ہی کی پیداوار ہیں، اور ان کا سارا وجود اور زندگی نبوّت کی مرہونِ منت ہے، اگر خدا نخواستہ ان سے وہ سب واپس لے لیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نبیؐ کے ذریعہ عطا کیا تھا اور نبوّت کے وہ عطیے ان سے چھین لیے جائیں جنھوں نے دنیا میں ان کو عزت و سرفرازی بخشی تھی تو ان کی حیثیت ایک بے روح اور بے جان ڈھانچے اور چند مبہم اور بے مقصد خطوط و اشکال سے زیادہ نہ رہ جائے گی اور وہ تاریخ کے تاریک ترین عہد جنگلیوں کے قانون اور رہزنوں اور لٹیروں کی حکومت کی طرف

واپس چلے جائیں گے اور موجودہ تہذیب و تمدن کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔

اچانک میری نگاہ ایک طرف اٹھ گئی، میں نے دیکھا کہ باب جبریلؑ سے (جو مجھ سے زیادہ قریب تھا) ایک جماعت داخل ہو رہی ہے سکون و وقار میں ڈوبے ہوئے ان کی پیشانی سے علم کا نور اور ذہانت کی روشنی صاف عیاں تھی، وہ باب الرحمۃ اور باب جبریلؑ کے درمیانی حصے میں پھیل گئے، وہ اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ ان کے شمار کا کوئی سوال نہیں تھا۔ میں نے دربان سے پوچھا کہ "یہ لوگ کون ہیں؟" اُس نے کہا کہ: "اس اُمت کے امام اور رہنما، انسانیت کے محسن اور نوعِ انسانی کے ممتاز اور قابلِ فخر نمونے ہیں، ان میں سے ہر ایک پوری پوری قوم کا امام، پورے پورے کتب خانہ اور مکتب فکر کا بانی اور موسس پوری نسل کا مربّی اور ہر علم و فن کا موجد ہے۔ ان کے لازوال آثار اور لافانی شاہکار اور نمونے آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں، ان کے علم و اجتہاد اور تحقیق کی روشنی میں کئی کئی نسلوں نے سفر زندگی طے کیا ہے، اُس نے عجلت کے ساتھ چند ہستیوں کے نام بھی مجھے بتا دیئے ——— حضرت مالک بن انسؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، لیث بن سعد مصریؒ، امام اوزاعیؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، تقی الدین بن تیمیہؒ، ابن قدامہؒ، ابواسحاق الشاطبیؒ، کمال ابن الہمامؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ، یہ لوگ تھے جنھوں نے زمان و مکان کے تفاوت

اور فرقِ مراتب اور اختلافِ درجات کے ساتھ بارگاہِ نبویؐ میں خراجِ عقیدت پیش کیا اور اشکِ ندامت نذر کیے۔

میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے انہوں نے تحیۃ المسجد کی دوگانہ بہت خشوع وخضوع اور حضوریٔ قلب کے ساتھ ادا کی، پھر بہت ادب اور تواضع کے ساتھ قبر مبارک کی طرف بڑھے، اور بہت جچے تلے مختصر معانی سے لبریز، گہرے اور پُر مغز کلمات کے ساتھ سلام پیش کیا، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی آواز اس وقت بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے، اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے، آواز میں رِقّت، وہ کہہ رہے تھے:

"یا رسول اللہ! اگر آپ کی لازوال، وسیع اور جامع، عادلانہ اور کشادہ شریعت نہ ہوتی اور اس کے وہ اصول نہ ہوتے جن سے انسانی ذہن اور انسانی صلاحیت نے نئے نئے گل بوٹے پیدا کیے اور زمین کا دامن بیش قیمت اور عطر بیز پھولوں سے بھر دیا اور اس کا وہ حکیمانہ اور معجزانہ نظام نہ ہوتا جس نے انسانی فکر و تدبر اور اخذ و استنباط کی صلاحیت کو بیدار کر دیا اور اگر انسانیت کو اس کی احتیاج نہ ہوتی تو نہ اس عظیم فقہ کا کوئی وجود ہوتا نہ اس عظیم اسلامی قانون سے کوئی واقف ہوتا جس سے اس وقت ہر قوم کا دامن خالی تھا، نہ اتنا بڑا اسلامی کتب خانہ وجود میں آتا جس کے سامنے دنیا کا سارا مذہبی

لٹریچر ہیچ ہے۔

اگر علم کی اشاعت اور خدا کی نشانیوں اور اس کی قدرت کاملہ میں غور و فکر اور استعمال عقل کے لیے آپ جدوجہد نہ فرماتے تو یہ شجر علم زیادہ دنوں تک برگ و بار نہ لا سکتا، اور نہ اس کی وہ اشاعت ہوتی جو آج نظر آرہی ہے، عقلِ انسانی پہلے کی طرح پابہ زنجیر ہوتی اور دنیا استفادہ سے محروم۔"

میں اس جماعت کو جی بھر کر دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ میری نظر ایک دوسرے گروہ پر پڑی جو باب الرحمۃ سے ہو کر اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صلاح و تقویٰ اور زہد و عبادت کے آثار ان کے چہروں سے صاف ظاہر تھے مجھے بتایا گیا کہ اس جماعت میں حسن بصریؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ، سفیان ثوریؒ فضیلؒ بن عیاض، داؤد الطائیؒ، ابن السماکؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، نظام الدین اولیاءؒ اور عبدالوہاب المتقیؒ جیسے حضرات بھی رونق بخش ہیں، جنھوں نے اپنے قابلِ رشک پیشرووں کی یاد تازہ کر دی۔ نماز کے بعد یہ لوگ بھی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہوئے اور اپنے نبی و پیشوا اور سب سے بڑے معلّم اور رہنما کو درود و سلام کا تحفہ پیش کرنے لگے، وہ کہہ رہے تھے۔

"یا رسول اللہؐ! اگر ہمارے سامنے وہ عملی مثال نہ ہوتی جو آپ نے پیش فرمائی تھی اور وہ مینارۂ نور نہ ہوتا جس کو آپؐ نے بعد کے آنے والوں کے لیے قائم فرمایا تھا، اگر آپؐ کا یہ قول نہ ہوتا کہ "اے اللہ! زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔" اگر آپؐ کی یہ وصیت نہ ہوتی کہ "دنیا

میں اس طرح زندگی گزارو، جس طرح کوئی مسافر یا راہی زندگی گزارتا ہے"
اگر زندگی کا وہ طرز نہ ہوتا جس کا ذکر حضرت عائشہؓ نے اس طرح کیا ہے
کہ "ایک چاند کے بعد دوسرا چاند اور دوسرے کے بعد تیسرا چاند نکل آتا تھا
اور آپ کے گھر میں نہ آگ جلتی تھی نہ چولھے پر دیگچی چڑھانے کی نوبت آتی
تھی"، تو ہم دنیا پر اس طرح آخرت کو ترجیح نہ دے سکتے اور نہ ان ضروریات
زندگی پر قناعت کرتے جو زندگی و صحت کی بقا کے لیے ناگزیر ہیں، نہ ہم نفس
کی ترغیبات پر قابو پا سکتے اور نہ دنیا کے حسن و جمال، اس کی رعنائی
و زیبائی اور عہدہ و منصب کی طاقت اور کشش کا اس طرح مقابلہ کر سکتے"۔

ان کے حکیمانہ الفاظ ابھی پوری طرح میرے دل و دماغ میں پیوست
بھی نہ ہوئے تھے کہ میری نظر ایک اور گروہ پر پڑی جو "باب النساءؓ" سے
بہت حجاب اور ادب کے ساتھ گزر رہا تھا۔ ظاہری آرائش اور آزادروی
کے ان مناظر سے جو اسلامی اصول و آداب کے منافی ہیں۔ یہ گروہ بالکل
محفوظ اور خالی تھا، یہ مختلف قوموں اور دور دراز ملکوں کی صالح عبادت گزار
اور عفیف خواتین تھیں جو عرب و عجم اور مشرق و مغرب کے مختلف خطوں
سے تعلق رکھتی تھیں، بہت دبی زبان میں اور پورا ادب و احترام ملحوظ رکھتے
ہوئے وہ اپنے جذبات تشکر و عقیدت کا اظہار اس طرح کر رہی تھیں:

"ہم آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اے رسول اللہؐ! ایسے طبقے کا
درود و سلام جس پر آپؐ کا سب سے بڑا احسان ہے، آپؐ نے ہم کو خدا
کی مدد سے جاہلیت کی بیڑیوں اور بندشوں، جاہلی عادات و روایات،

سوسائٹی کے ظلم اور مردوں کی زور دستی اور زیادتی سے نجات بخشی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے رواج کو ختم کیا، ماؤں کی نافرمانی پر وعید سنائی آپؐ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ آپؐ نے وراثت میں ہم کو شریک کیا، اور اس میں ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے ہم کو حصہ دلایا، یوم عرفہ کے مشہور تاریخی خطبہ میں بھی آپؐ نے ہمیں فراموش نہیں کیا اور کہا کہ "عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کے نام کے واسطہ سے حاصل کیا ہے۔" اس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپؐ نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک، ادائے حق اور بہتر معاشرت کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمارے طبقہ کی طرف سے وہ بہتر سے بہتر جزا دے جو انبیاء و مرسلین اور اللہ کے نیک اور صالح بندوں کو دی جاسکتی ہے۔

یہ نرم آوازیں میرے کانوں میں گونج رہی تھیں کہ ایک اور جماعت نظر آئی جو "باب السلام" کی طرف سے آرہی تھی، میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ علوم و فنون کے موجد اور مرتب اور ائمہ نحو و لغت و بلاغت کی جماعت تھی، ان میں ابو الاسود الدولی، خلیل بن احمد، سیبویہ، کسائی، ابو علی الفارسی، عبدالقاہر الجرجانی، السکاکی، مجدالدین فیروزآبادی، سید مرتضیٰ الزبیدی بھی تھے، جو اپنے علوم کا سلام پیش کر رہے تھے اور اپنی شہرت اور مرتبۂ علمی کا خراج ادا کرنے آئے تھے میں نے دیکھا کہ وہ بہت بلیغ اور ادبی الفاظ میں اس طرح گویا ہیں:

"یارسول اللہ! اگر آپؐ نہ ہوتے اور یہ مقدس کتاب نہ ہوتی جو آپؐ پر نازل ہوئی۔ اگر آپؐ کی احادیث نہ ہوتیں اور یہ شریعت نہ ہوتی جس کے سامنے ساری دنیا نے سرِ تسلیم خم کر دیا تھا۔ اور وہ اس کی وجہ سے عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے پر مجبور تھی، تو پھر یہ علوم بھی نہ ہوتے جن میں آج ہم کو رہنمائی اور برتری کا شرف حاصل ہے، نحو، بیان اور بلاغت ان میں کسی چیز کا وجود نہ ہوتا، نہ یہ بڑی بڑی معاجم اور لغات نظر آتیں، نہ عربی زبان کے مفردات میں یہ نکتہ آفرینیاں اور دقیقہ سنجیاں ہوتیں، نہ ہم اس راستہ میں اتنی زبردست اور طویل جدوجہد کے لیے تیار ہوتے۔ عجم کو (جس کے ہاں بولی اور لہجوں کی کوئی کمی نہ تھی) عربی سیکھنے اور اس پر عبور حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہوتی، نہ ان میں وہ مصنفین اور اہل علم پیدا ہوتے جن کے ادبی مرتبہ مہارتِ فن کے اعتراف پر ادبائِ عرب بھی مجبور رہیں۔

اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ ہی ہمارے درمیان اور اسلام میں پیدا ہونے والے ان علوم کے درمیان رابطہ اور واسطہ تھے جو آپؐ کے عہدِ رسالت اور عہدِ امامت میں پیدا ہوئے۔ درحقیقت صرف آپؐ ہی عرب و عجم میں رابطہ کا ذریعہ ہیں۔ آپؐ ہی کی ذات ہے جس نے اس درمیانی خلا کو پُر کیا ہے اور عرب و عجم قریب و بعید

کو گلے ملا دیا ہے، آپؐ کا کتنا احسان ہے ہماری اس ذہانت طباعی اور تبحرِ علمی پر، اور آپؐ کا کتنا کرم ہے علم کی ثروت پر، انسانی عقل کی زرخیزی پر اور قلم کی گلکاری پر! اے رسول اللہ! اگر آپؐ نہ ہوتے تو یہ زبان بھی بہت سی اور زبانوں کی طرح صفحۂ ہستی سے ناپید ہو جاتی۔ اگر قرآن مجید کا معجزہ نہ ہوتا تو اس تحریف کا ایسا عملِ جراحی ہوتا کہ اس کی صورت ہی مسخ ہو جاتی، جیسا بکثرت دوسری زبانوں کے ساتھ ہوا ہے۔ عجمی لہجے اور مقامی زبانیں اس کو جذب کر لیتیں یا نگل لیتیں اور اس کی فصاحت یکسر ختم ہو جاتی، یہ آپؐ کے وجودِ مبارک، شریعتِ اسلامی اور اس کتابِ مقدس کا فیض ہے جس نے اس زبان کو فنا کے دست برد سے محفوظ رکھا ہے اور عالمِ اسلام کے لیے اس کی عزت و محبت واجب کر دی ہے اور ہر مسلمان کے دل کو اس کی محبت و عقیدت سے لبریز کر دیا ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس زبان کو دوام بخشا اور اس کی بقاء و ترقی کی ضمانت کی، اس لیے ہر اُس شخص پر جو اس زبان میں بات کرتا ہے یا لکھتا ہے یا اس کی وجہ سے کوئی بلند مرتبہ حاصل کرتا ہے یا اس کی دعوت دیتا ہے آپؐ کا احسان ہے اور وہ اس احسان کو ماننے پر مجبور ہے۔"

میں ان کے اس اعتراف اور اظہارِ حقیقت کو غور سے سُن رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ "بابِ عبد العزیز" پر جا کر ٹھہر گئی، اس دروازے

سے ایک ایسا گروہ داخل ہو رہا تھا جس پر مختلف قوموں اور مختلف ملکوں کے رنگ نمایاں تھے۔ اس میں دُنیا کے بڑے بڑے سلاطین اور تاریخ کے ممتاز ترین بادشاہ اور فرمانروا شامل تھے، ہارون رشید ولید بن عبدالملک ملک شاہ سلجوقی، صلاح الدین ایوبیؒ، محمود غزنویؒ، ظاہر بیبرس، سلیمان القانونی، اورنگ زیب عالمگیرؒ بھی اس گروہ میں شامل تھے۔ انہوں نے اپنے خادموں اور سپاہیوں کو دروازے کے باہر ہی چھوڑ دیا تھا اور نظریں جھکائے، تواضع و انکساری کا مجسمہ بنے ہوئے بہت آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ میری نظر کے سامنے ان سب کی شخصیتیں اور کارنامے ابھرنے لگے۔ میری آنکھوں میں اس طویل و عریض دنیا کا نقشہ پھر گیا جس پر ان کا سکہ چلتا تھا۔ اس غلبہ و اقتدار کی تصویر یکایک میرے سامنے آگئی جو ان کو دنیا کی بڑی بڑی قوموں، طاقت ور سلطنتوں اور جابر بادشاہوں پر حاصل تھا۔ ان میں وہ شخص[1] بھی تھا جس نے بادل کے ایک ٹکڑے کو دیکھ کر یہ تاریخی جملہ کہا:

"تو جہاں جا کے برس تیرا خراج آخر کار میرے ہی خزانہ میں آئے گا۔"

وہ شخص[2] بھی تھا جس کی سلطنت کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ اگر سب سے

---

[1] ہارون رشید کی طرف اشارہ ہے۔

[2] ولید بن عبدالملک مراد ہے۔

تیز رفتار اونٹ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانا چاہتا تو یہ ۱۵ ماہ سے کم میں ناممکن تھا۔ ان میں وہ فرمانروا بھی تھے جو نصف کرۂ ارضی پر حکومت کرتے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ ان کو خراج پیش کرنے پر مجبور تھے [1] ایسے فرمانروا بھی تھے جن کی ہیبت سے سارا یورپ لرزہ براندام تھا، اور جن کے زمانے میں مسلمانوں کو عزت کا یہ مقام حاصل تھا کہ جب وہ یورپ کے ملکوں میں جاتے تھے تو ان کے دین کے احترام اور ان کے غلبہ وسطوت کے اثر سے گرجوں کے گھنٹے گرجنا بند ہو جاتے تھے [2] غرض نہ جانے اسی طرح کے کتنے بادشاہ اور فرمانروا اس مجمع میں موجود تھے، وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے لیے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے اور حضورؐ کو درود وسلام کا ہدیہ پیش کرنا چاہتے تھے، اور اس کو اپنے لیے سب سے بڑا شرف واعزاز اور سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے اور تمنا کرتے تھے کہ کاش ان کی یہ نماز اور یہ درود وسلام قبول ہو۔ میں نے دیکھا کہ وہ لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں، ان کے دلوں پر ہیبت طاری تھی۔ یہاں تک کہ وہ "صفہ" کے نزدیک پہنچ گئے جو فقراء صحابہ کا مسکن اور جائے قیام تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے وہاں رک گئے اور عزت واحترام اور شرم وحیا کے ملے جلے

[1] سلیمان قانونی کی طرف اشارہ ہے۔

[2] سلیمان بن سلیم العثمانی کی طرف اشارہ ہے۔

جذبات کے ساتھ اس کو دیکھنے لگے۔ اُس کے قریب ہی انہوں نے تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعتیں پڑھیں اور قبر مبارک کی طرف بڑھے اور پھر اُن کی محبت و عقیدت، جذبات و احساسات اور علم و ایمان کی زبان نے جو کچھ کہلوایا وہ انہوں نے اس بارگاہِ نبوی میں عرض کیا لیکن شریعت کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے اور توحیدِ خالص کو پیشِ نظر رکھ کر، میں نے سُنا وہ کہہ رہے تھے:

"اے رسول اللہ اگر آپؐ نہ ہوتے اور آپ کا یہ جہاد یہ دعوت نہ ہوتی جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی اور جس نے بڑے بڑے ملکوں کو فتح کر لیا اور اگر آپؐ کا یہ دین نہ ہوتا جس پر ایمان لانے کے بعد ہمارے آباؤ اجداد گوشۂ عزلت اور قعرِ مذلت سے نکل کر عزت و سربلندی، حوصلہ مندی اور بلند ہمتی کی وسیع زندگی میں داخل ہوئے۔ پھر اس کے نتیجہ میں انہوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں، دور دراز ملکوں کو فتح کیا اور اُن قوموں سے خراج وصول کیا جو کسی زمانہ میں اُن کو اپنی لاٹھی سے ہانکتی تھیں اور بھیڑ بکری کے گلّہ کی طرح اُن کی پاسبانی اور حفاظت کرتی تھیں۔ اگر جاہلیت سے اسلام کی طرف اور گوشۂ گمنامی اور تنگ و محدود قبائلی زندگی سے تسخیرِ عالم کی طرف یہ مبارک سفر نہ ہوتا جو آپؐ کی برکت سے انجام پذیر ہُوا تو دنیا میں کسی جگہ بھی ہمارا جھنڈا سربلند نہ ہوتا اور نہ ہماری کہانی کسی جگہ سنائی جاتی۔ ہم اسی طرح

بے آب و گیاہ، خشک، ویران صحراؤں اور حقیر وادیوں میں باہم دست و گریبان رہتے۔ جو طاقتور ہوتا وہ کمزور پر ظلم کرتا، بڑا چھوٹے پر زیادتی کرتا، ہماری غذا بہت ہی حقیر اور معیار اتنا پست تھا کہ اس سے زیادہ پست کا تصور مشکل ہے۔ ہم اس گاؤں یا اپنے محدود قبیلہ سے آگے بڑھ کر کچھ سوچنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے جس میں ہماری ساری زندگی اور ساری جد و جہد محصور تھی۔ ہماری مثال تالاب کی مچھلیوں اور کنوؤں کے مینڈکوں کی سی تھی۔ ہم اپنے محدود تجربوں کے جال میں گرفتار تھے اور اپنے جاہل اور اپنے بے عقل آباؤ اجداد کے گن گاتے تھے:

آپؐ نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنے دین کی ایسی روشنی عطا کی کہ ہماری آنکھیں کھلیں، خیال میں وسعت پیدا ہوئی، نظر کو جلا ہوئی، اس کے بعد ہم اس وسیع اور جامع دین اور اس روحانی رشتہ اور رابطہ کو لے کر خدا کی وسیع اور کشادہ زمین میں پھیل گئے، ہم نے اپنی خوابیدہ اور جامد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے شرک و بت پرستی اور ظلم و جہالت کا پوری طاقت سے مقابلہ کیا اور ایسی عظیم الشان حکومتیں قائم کیں جن کے سایہ میں ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے بھائی صدیوں تک آرام اور فائدہ اٹھاتے رہے۔ آج ہم آپؐ کی خدمت میں نذرِ عقیدت

پیش کرتے آئے ہیں اور اپنے جذبۂ محبت اور عزت و احترام کا خراج یا ٹیکس اپنی خوشی و مرضی سے ادا کر رہے ہیں اور اس کو اپنے لیے باعثِ فخر اور وسیلۂ اشرف سمجھتے ہیں۔

ہمیں پورا اعتراف ہے کہ اس دین کے احکام و قوانین کے سلسلہ میں (جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سرفراز کیا تھا) ہم سے یقیناً بڑی کوتاہی ہوئی۔ ہم اللہ سے استغفار کرتے ہیں، بے شک وہ بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔"

میں ان بادشاہوں کی طرف متوجہ تھا۔ میری نظریں اُن کے خاموش اور باادب چہروں پر مرکوز تھیں۔ میرے کان ان کے پُرخلوص نیازمندانہ الفاظ پر لگے ہوئے تھے جو اس سے قبل میں نے اُن سے کسی موقع پر نہیں سُنے تھے کہ ایک اور جماعت داخل ہوئی اور ان بادشاہوں اور فرماں رواؤں کی پروا کیے بغیر اُن کی صفوں سے ہوتی ہوئی سامنے آگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان بادشاہوں کے رعب و دبدبہ اور قوت و اقتدار کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا تو یہ شاعر ہیں یا انقلابی۔ یہ اندازہ غلط نہ تھا اس لیے کہ یہ جماعت ان دونوں گروہوں پر مشتمل تھی۔ اس میں سید جمال الدین افغانیؒ، امیر سعید حلیمؒ، مولانا محمد علیؒ، امام حسن البناؒ کے پہلو بہ پہلو ترکی کے مشہور شاعر محمد عاکف اور ڈاکٹر محمد اقبال بھی موجود تھے۔ ترجمانی کے لیے ان لوگوں نے آخر الذکر کا انتخاب کیا اور لائق ترجمان نے ان الفاظ میں اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا:

"یا رسول اللہؐ میں آپؐ سے اس قوم کی شکایت کرنے آیا ہوں جو

آج بھی آپؐ کے خوانِ نعمت سے لطف اندوز ہو رہی ہے اور آپؐ کے سایۂ رحمت میں زندگی گزار رہی ہے اور آپؐ ہی کے لگائے ہوئے باغ کے پھل کھا رہی ہے، وہ اُن ملکوں میں جن کو آپؐ نے قفسِ استبداد سے آزاد کرایا تھا، اور سورج کی روشنی اور کھلی ہوا عطا کی تھی۔ آج آزادی کے ساتھ اور اپنی مرضی کے مطابق حکومت کر رہی ہے لیکن یہی قوم اے رسول اللہؐ آج اسی بنیاد کو اکھاڑ رہی ہے جس پر اس عظیم اُمّت کے وجود کا دارومدار ہے۔ اس کے ہنما اور لیڈر آج یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس اُمّتِ واحدہ کو کثیر التعداد قومیتوں میں تقسیم کر دیں۔ وہ اسی چیز کو بگاڑ رہے ہیں جس کو آپؐ نے بنایا تھا۔ وہ اس اُمّت کو عہدِ جاہلیت کی طرف دوبارہ واپس لے جانا چاہتے ہیں جس سے آپؐ نے اُس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکالا تھا اور اس معاملہ میں یورپ کی تقلید کر رہے ہیں جو خود زبردست ذہنی افلاس اور انتشار و بے یقینی کا شکار ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے تبدیل کر کے اپنی قوم کو تباہی کے گھر کی طرف لے جانا چاہتے ہیں "چراغِ مصطفویؐ" اور "شرارِ بولہبی" کی معرکہ آرائی آج پھر قائم ہے۔ بدقسمتی سے ابولہب کے کیمپ کی طرف وہ لوگ نظر آرہے ہیں جو اسلام کی طرف اپنا انتساب کرتے ہیں اور عربی زبان بولتے ہیں وہ آج اپنے جاہلی کارناموں اور اصنام پر فخر کرنے لگے ہیں جن کو آپؐ نے پاش پاش کر دیا تھا۔ یہ لوگ اُن تاجروں میں ہیں جو سودا خریدتے ہوئے تو زیادہ لینا چاہتے ہیں اور بیچتے ہوئے کم دیتے ہیں۔ آپؐ سے انہوں نے ہر چیز حاصل کی اور ہر طرح کی قوت و عزت سے بہرہ مند ہوئے۔ وہ ان قوموں کے ساتھ جن کے وہ حاکم اور نگران ہیں یہ سلوک کر رہے ہیں کہ اُن کو

[illegible] قدیم سانچوں میں ڈال دینا چاہتے ہیں اور اس کو جاہلی فلسفوں نیشنلزم سوشلزم اور کمیونزم کے حوالہ کر رہے ہیں۔

آپؐ نے جن بتوں سے کعبہ کو پاک کیا تھا وہ آج مسلمان قوموں کے سروں پر نئے نئے ناموں اور نئے نئے لباسوں میں پھر مسلط کیے جا رہے ہیں۔ مجھے عالم عربی کے بعض حصوں میں جن کو آپؐ کا مرکز قلعہ ہونا چاہیے تھا، ایک عام بغاوت نظر آ رہی ہے لیکن کوئی فاروق (رضی اللہ عنہ) نہیں، فکری اور ذہنی ارتداد کی آگ تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے اور کوئی ابوبکرؓ نہیں جو اس کے لیے مردانہ وار میدان میں آئے اور اس آگ کو بجھائے۔

میری طرف سے اور میرے تمام ساتھیوں کی طرف سے جن کی نمائندگی اور ترجمانی کا فخر مجھے حاصل ہوا ہے آپؐ کو دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے اور عقیدت و احترام کے جذبات میں ڈوبے ہوئے سلام کا تحفہ قبول ہو۔ میں آپؐ کو یقین دلاتا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ہم ان تمام لیڈروں اور رہنماؤں سے بری اور بیزار ہیں جنھوں نے اپنا رخ اسلام کے قبلہ کی طرف سے پھیر کر مغرب کی طرف کر لیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں آپؐ سے آپؐ کے دین سے کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا۔ ہم آپؐ کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا پھر اعلان کرتے ہیں اور جب تک زندگی ہے اسلام کی اس رسی کو انشاء اللہ مضبوطی سے پکڑے رہیں گے۔ ۱۱

یہ بلیغ اور ایمان و یقین سے لبریز الفاظ ختم بھی نہ ہوئے تھے کہ مسجد نبوی کے میناروں سے اذان کی دلنواز صدا بلند ہوئی اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، میں یکبارگی ہشیار ہو گیا اور تخیلات کا یہ حسین سلسلہ جو تاریخ کے سہارے قائم ہوا تھا ٹوٹ گیا۔ میں اب پھر اسی دنیا میں واپس آ گیا تھا، جہاں سے چلا تھا۔ کچھ لوگ نماز میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت کر رہے تھے عالم اسلام کے مختلف وفود اور جماعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش کر رہی تھیں۔ زبانوں اور لہجوں کے اختلافات کے ساتھ جذبات و تاثرات کے اتحاد نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا تھا۔ (بشکریہ "ندائے دین" کراچی سیرت نمبر نومبر ۱۹۸۰ء)

القادر پرنٹنگ پریس فون: 7723748